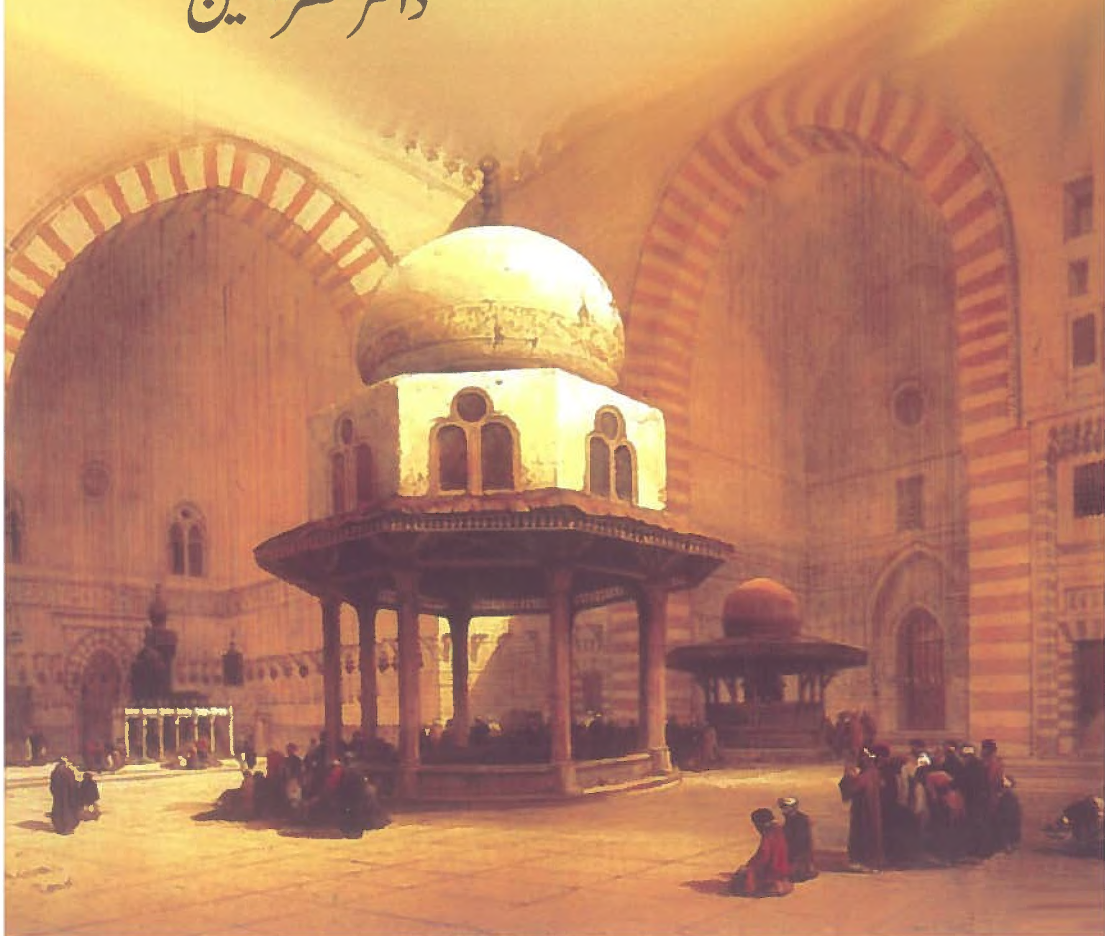
۲

سلسلہ فصل المقال

سنت اور بدعت

ڈاکٹر خضر یٰسین



سلسلۂ فصل المقال (۲)

سنت اور بدعت

ڈاکٹر خضر یٰسین

بسم اللّٰہ العلیم الحکیم

سنّت اور بدعت

''الدین'' مبنی بر وحی ہے، مبنی بر عقل ہے اور نہ ہوسکتا ہے۔''دین'' منزل من اللہ ہے، انسانی غوروفکر کا نتیجہ نہیں ہے۔انسان کے پاس''وحی'' کے علاوہ کوئی ذریعہ،راستہ، واسطہ اور وسیلہ نہیں ہے جس سے وہ''الدین'' تک رسائی حاصل کر سکے۔''الدین'' انسان کی عقلی وضع وتشکیل سے خارج ہے۔ مطلقاً خارج ہے۔انسان''خدا'' کا تصور قائم کرسکتا ہے، اچھائی اور برائی، نیکی اور بدیٔ کو سمجھ سکتا ہے، یہ بھی فیصلہ کرسکتا ہے کہ مجھے ایمان کو قبول کرنا ہے یا نہیں کرنا ہے مگر نہ انسان کے عقل کا وضع کردہ''تصورِ خدا'' دین ہے، نہ اچھائی اور برائی کا عقلی ادراک دین ہے، نہ نیکی اور بدی کا وہبی شعور دین ہے، حتی کہ انسان کا یہ شعوری فیصلہ کہ مجھے ایمان قبول کرنا ہے یا نہیں کرنا ہے بھی''دین'' نہیں ہے۔''الدین'' فقط منزل من اللہ وحی میں محدود ہے، علم اللہ، علم بالوحی ہے اور کچھ نہیں ہے۔مذہبی انسان کی متدین فکر''دین'' نہیں ہے، متقی انسان کا تقوے پر مبنی طرزِ عمل''دین'' نہیں ہے، نیکی کی سوچ نیکی ہے، برائی برائی ہے مگر ان تمام باتوں میں''دین'' کسی ایک شے یا ان سب کے مجموعے کا نام نہیں ہے۔''دین'' فقط اور فقط''حکم اللہ'' ہے، امر اللہ ہے، وحی شدہ علم ہے۔جس علم کا مبدا''وحی'' نہیں ہے وہ''الدین'' نہیں ہے۔''عقل'' اور ''وحی'' دو مستقل بالذات ذرائع علم ہیں، ایک ذریعے سے حاصل ہونے والا علم''الدین'' ہے اور دوسرے ذریعے سے حاصل ہونے والا علم''الدین'' نہیں ہے۔

انسان چاہے نبیؑ ہی کیوں نہ ہو، اس کا جو علم وادراک، انسانی تعلیم وتربیت، انسانی تجربے اور تعامل سے وجود میں آتا ہے یا تشکیل پاتا ہے وہ''الدین'' نہیں ہے۔ نبیؑ کا وہی علم وادراک''الدین'' ہے جو

منزل من اللہ ہے، جو ''وحی'' کیا گیا ہے، جو اللہ کی طرف سے عطا ہوا ہے۔ جس طرح غیر نبی کی طرف ''وحی'' کے نزول وحصول کا کوئی امکان نہیں ہے، اسی طرح غیر نبی کا علم کسی سطح پر ''الدین'' نہیں ہے اور نہ ہوسکتا ہے چاہے اسے اپنے علم کی نسبت من اللہ ہونے کا یقین ہی کیوں نہ ہو۔ انسانی ذہن میں تقوے اور تدین کی بڑی تعظیم ہے، نیک اور صالح انسان کا کردار قابل رشک ہے، مثال پرستی کا نمونہ ہے مگر تعظیم و تقدس کے جذبات کسی حقیقت کی ماہیت کو بدل نہیں سکتے۔ ''علم بالوحی'' کی ماہیت اس علم سے سرتاسر منفرد اور ممتاز ہے جو انسان اپنی معمول کی استعداد علمیہ کو کام میں لا کر حاصل کرتا ہے۔ پاکباز انسانوں کا ذہن پاکی وطہارت کے اعلیٰ ترین معیار کا حامل ہونے کے باوجود ''وحی'' ہے اور نہ ''وحی'' کے متوازی ہوسکتا ہے۔ متدین افراد کا عقل وفکر مبنی بر دین ہوتا ہے یا ہوسکتا ہے مگر وحی کا مثل ہے اور نہ بدل ہے۔ خود نبی ﷺ کی ذات منزل من اللہ وحی کو اپنے ادراک ذاتی سے ممتاز رکھنے کی مکلف ہے تو ہمیں سمجھ لینا چاہیے کہ ''الدین'' وہ مستقل بالذات فضیلت ہے جو وحی سے باہر کہیں نہیں ہے۔ جہاں کہیں ''دین'' کی استقلالی حیثیت یعنی ''علم بالوحی'' ہونا فنا ہو جائے اسے ''دین'' کے بجائے دین کی دشمنی پر مبنی تصور خیال کرنا ضروری ہے۔ نبی ﷺ کی جس ذمہ داری میں ایمان لانے والے برابر کے شریک ہیں وہ ''الدین'' کو غیر دین سے ممتاز رکھنا اور ان دونوں کے مابین ہر نوع کے التباس کو رفع کرنا ہے۔

جب انسان ''الدین'' کو مستقل بالذات فضیلت کی حیثیت سے قبول کر لیتا ہے تو اس کے سوچنے سمجھنے اور کردار واطوار میں واقعتاً تبدیلی آجاتی ہے جو یقیناً بہت اہم اور قابل قدر ہے۔ ''دین'' پر ایمان لانے کے نتیجے میں فکر وعمل میں رونما ہونے والی تبدیلی چاہے انسانی تناظر میں جس قدر عظیم و ارفع ہو ''دین'' بہر حال نہیں ہے۔ یہ درست ہے کہ منکر خدا اور ظلم وتعدی مین مبتلا ظالم و جابر انسان کا غور وفکر خدا پر ایمان رکھنے والے اور منصف مزاج انسان کا سا نہیں ہوسکتا۔ صاحب ایمان اور عادل و انصاف پسند انسان کا طرز عمل تعظیم وتقدیس کے قابل ہوتا ہے، قابل رشک ہے، فخر انسانیت ہے مگر ''دین'' نہیں ہے۔ جو تعظیم وتقدیس ''وحی'' کا حق ہے وہ انسانی اقدار میں سے کسی بھی قدر وفضیلت میں پائی جاتی ہے اور نہ

دی جاسکتی ہے۔ ''وحی'' اور ''غیروحی'' کے تعظیم وتقدیس کی حدود میں کوئی اشتراک نہیں ہے، جب انسان وحی اور غیروحی کی تعظیم وتقدیس کوایک شے فرض کرنا شروع کر دیتا ہےتو یہ بات ظلم وزیادتی کی اس انتہا کو چھولیتی ہے جو ایمان کے جوہر سے انسان کومحروم کر دیتی ہے۔ غیر دین کو ''دین'' فرض کرنا یا سمجھنا دینی اعتبار سے اتنا ہی بڑا ظلم ہے جتنا بڑا ظلم ''دین'' کوغیر دین بنا دینا ہے۔ ہم انسانوں کے ہاتھ میں ''دین'' اور ''غیر دین'' کے مابین فرق و امتیاز کا ایک ہی پیمانہ ہے، ''ماانزل الله'' دین ہے اور باقی سب ''غیر دین'' ہے۔ اس کے سوا ''دین'' اور ''غیر دین'' میں فرق و امتیاز کا کوئی پیمانہ یا معیار نہیں ہے۔ مذکورہ معیار کونظر انداز کرنے سے نہ فقط دین و ایمان کا شعور محو ہو جاتا ہے بلکہ کفر والحادعین دین متصور ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ جن لوگوں کو یہ واہمہ لاحق ہو چکا ہے کہ احبار و رہبان یعنی علما و مشائخ کے وضع کردہ احکام وفتاویٰ اور اقوال وافعال دین ہیں، دین کا حصہ ہیں، دین کی مثل ہیں یا دین کا بدل ہیں وہ نہ صرف غلط فہمی میں مبتلا ہیں بلکہ شدید ترین گمراہی کا شکار ہیں۔ ''الدین'' احبار و رہبان کے افکار و احوال کا نام ہے اور نہ ان کے عادات واطوار کا نام ہے۔ دین نبی ﷺ پر ''وحی'' کیا جاتا ہے، وحی پر مبنی علم ہے جو انسان کو عطا کیا گیا ہے۔ ''دین'' نبی ﷺ کی ذات کے سوا کہیں سے میسر نہیں آتا۔

مذکورہ بالا مقدمات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم ''سنت'' اور ''بدعت'' کے حقیقی مدلول کے تعین کی جانب متوجہ ہوتے ہیں۔ کسی کلمے کا لغوی اور اصطلاحی مدلول عین یک دیگر کبھی نہیں ہوتا۔ سنت اور بدعت دین میں بطور مصطلحات استعمال ہوئے ہیں لہٰذا ان دونوں کا مدلول لغت کے بجائے ان کے اصطلاحی مفہوم میں مضمر ہے۔ لغت کے وسیلے سے اصطلاح اور اصطلاح کے وسیلے سے لغوی معنی پر اصرار کرنا نہ صرف غیر علمی رویہ ہے بلکہ جہالت پر اڑے رہنے کا طرز عمل ہے۔

''سنت'' ایک دینی اصطلاح ہے، اس کا ایک مفہوم ہے جو اس مدلول کی نشاندہی کرتا ہے جو دین کے دائرہ تفہیم سے تعلق رکھتا ہے۔ مدارس میں مروجہ علوم میں اس لفظ کا ایک استعمال وہ ہے جو علم فقہ میں آیا ہے۔ سنت کا فقہی مفہوم وہ نہیں ہے جو اس لفظ کا دینی مفہوم ہے۔ اسی طرح ''بدعت'' کا دینی مفہوم اور

ہے اور فقہی مفہوم بالکل دوسری شے ہے۔ فقہ میں ''سنت'' اس دینی مطالبہ عمل کا نام ہے جو ''فرض'' سے کم اور ''مباح'' سے زیادہ درجے کے تقاضائے تعمیل کا حامل ہو۔ فقہی نقطہ نظر سے ''سنت'' کی حیثیت ایسی ہے جس کو اختیار کرنا ''پسندیدہ'' اور ترک کرنا ''ناپسندیدہ'' ہے۔ فقہی تناظر میں فرض یا واجب سے پیدا ہونے والا مطالبہ عمل انسان کے دائرہ اختیار کو سلب کر لیتا ہے، چنانچہ فرض و واجب کسی حالت میں ترک کیے جا سکتے ہیں اور نہ ان کا ترک کرنا فقط پسندیدہ یا ناپسندیدہ ہونے تک محدود ہے بلکہ مستوجب سزا ہے۔ فقہی نظام مدارج میں ''سنت'' کو فرض و واجب کا درجہ حاصل ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ تاہم ''سنت'' دینی اعتبار سے ایسی شے نہیں ہے جس پر نفس ایمان یا نفس دین پورے کا پورا قائم نہ ہو۔ ''سنت'' کے بارے میں علمائے فقہ کا موقف بالکل واضح ہے کہ یہ اصلاً نبی ﷺ کی طرف منسوب ہے اور الوہی یا دینی مطالبہ نہیں ہے۔ چنانچہ ''سنت'' کا تارک ان کی نظر میں اتنا معصیت کار نہیں ہے جتنا فرض کا تارک ہے، نہیں، فرض کا منکر ''کافر'' ہے، سنت کا منکر کافر نہیں ہے۔ فقہ کے تصورِ دین میں ''سنت'' دین کے بنیادی مطالبات میں شامل نہیں ہے، ''سنت'' ان کے نزدیک دین کا نمائشی مطالبہ ہے۔ دین کا اصلی اور حقیقی مطالبہ ''سنت'' کے بغیر نہ صرف پورا ہو جاتا ہے بلکہ ''سنت'' کو درخور اعتناء کیے بغیر بھی پورا ہو سکتا ہے، گویا فقہی معنی میں سنت ''ضروریات دین'' کے بجائے ''تحسینیات دین'' میں سے ہے۔

فقہی نقطہ نظر سے ''قرآن مجید'' جس طرح اصلاً منسوب الی اللہ ہے اسی طرح ''سنت'' اصلاً منسوب الی الرسول ہے۔ نبی ﷺ کے قول، فعل اور تقریر کو فقہ میں ''سنت'' سمجھا جاتا ہے اور اسی نسبت سے ''سنت'' کلام اللہ کے مقابلے میں درجے کے اعتبار سے نہ صرف کم اور خفیف ''امر دین'' ہے بلکہ اس کے ''امر دین'' ہونے کو قبول کرنے میں تکلف نمایاں ہے۔ اگرچہ ''سنت'' فقہی اعتبار سے مبنی بر ''وحی'' ہے تاہم یہ ''غیر متلو'' ہے اور ''غیر متلو وحی'' ہونے کی وجہ سے قرآن مجید کا سا مقام و مرتبہ نہیں رکھتی۔ ''دین'' کا جو تصور قانونی ذہن نے وضع کر رکھا ہے اس کی رو سے ''کتاب'' اور ''سنت'' میں نہ فقط مدارج کا تفاوت ہے بلکہ دونوں سے حاصل ہونے والا ''امرِ دین'' بھی یکساں نوعیت کا نہیں ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ کی سنت

کو اللہ کے کلام سے جدا فرض کرنے اور اس سے حاصل ہونے والے علم و ایقان اور مطالبہ تعمیل کو اس درجے سے کم تر سمجھنے کی اصل وجہ فقہ کا نقص فہم ہے۔ فقہی ذہن نے ہر شے کی قدر و منزلت کا تصور قانون کے نظام مدارج سے حاصل کرنا ہوتا ہے جس کی مجبوری یہ ہے کہ ''علم اللہ'' قانونی نظام مدراج کا موضوع بن کر رہ جاتا ہے اور اہل ایمان کے لیے اس علمی مفاد کا حامل نہیں رہتا جو نبی ﷺ کو حاصل ہوتا ہے۔ ''علم بالوحیٰ'' سے جو علمی مفاد نبی ﷺ کو حاصل ہوتا ہے وہ بعینہٖ صاحب ایمان کو میسر نہ ہو تو ایمان کا دعویٰ ہوائے نفس سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔

دینی معنی میں ''سنت'' کا مقام و مرتبہ اس سے بہت بلند ہے جو فقہ میں بیان ہوا ہے۔ دینی معنی میں ''سنت'' کے بغیر ''دین'' کے قابل عمل ہونے کا تصور ممکن ہی نہیں ہے۔ ''کتاب الله و سنة نبيه'' کی ترکیب سے اگر کسی کو یہ واہمہ لاحق ہوا ہے کہ ''سنة نبيه'' کا مقام ''کتاب اللہ'' سے کم ہے یا ''کتاب اللہ'' سنت کے بغیر قابل عمل ہے یا دینی اعتبار سے ''الکتاب'' مستقل بالذات شے ہے جو ''سنت'' کے بغیر قابل فہم ہے تو وہ یقیناً غلط فہمی اور شدید ترین گمراہی میں مبتلا ہے۔ ''الکتاب'' جس طرح ''منزل من اللہ'' ہے بالکل اسی طرح ''سنت'' بھی منزل من اللہ ہے۔ کتاب کو سنت سے اور سنت کو کتاب سے جدا کیا جا سکتا ہے اور نہ جدا ہیں۔ جس طرح ''کتاب اللہ'' کے بغیر ''سنت'' دین نہیں ہے اسی طرح ''سنت'' کے بغیر ''کتاب اللہ'' قابل عمل ہے اور نہ ''دین'' ہے۔ کتاب اللہ ''علم'' ہے تو ''سنت'' عمل ہے، اسی علم کی تعمیلی ہیئت ہے جو کتاب اللہ میں بیان ہوا ہے، اس تعمیلی ہیئت کے سوا ''حکم اللہ'' کی ادائیگی کی صورت ہے اور نہ امکان ہے۔ کتاب اللہ میں اقیموا الصلوٰۃ ہے، اس کی تعمیلی ہیئت (قبلہ رخ ہونا، تکبیر تحریمہ، قیام، رکوع، سجود، تشہد اور سلام) ''سنت'' ہے۔ یہ تعمیلی ہیئت (structure of performance) اسی طرح منزل من اللہ ہے جس طرح ''کتاب اللہ'' منزل من اللہ ہے۔ دونوں علم بالوحی ہیں، دونوں منزل من اللہ ہیں، دونوں ''نفس دین'' ہیں، ''دین'' انہی دو سے تشکیل پاتا ہے، وجود میں آتا ہے۔ ایک کو چھوڑ کر دوسرے کو اختیار کیا جا سکتا ہے مگر یہ محمد رسول اللہ ﷺ کا ''دین'' نہیں ہے، یہ مذموم بدعت

ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا "فانی ترکت فیکم ما ان اخذتم بہ لن تضلوا بعدہ: کتاب اللہ و سنۃ نبیہ، الا ھل بلغت ۔۔۔۔ اللھم فاشھد۔ "کتاب اللہ" اور نبی ﷺ کی سنت قابل تقسیم ثنویت کے حامل ایک دوسرے سے ممتاز اور منفرد امور نہیں ہیں، ایک ہی شے ہیں۔ سنت "نبی اللہ" کے ادراک ذاتی کا فیصلہ نہیں ہے۔ "نبی اللہ" کے ادراکِ ذاتی پر مبنی فیصلہ "اللہ کا دین" کبھی نہیں ہوتا، "دین" نبی اللہ پر وحی کیا جاتا ہے۔ "سنت" دین کا تکمیلی حصہ نہیں بلکہ نفس دین ہے۔

مذہبی ذہن کا فہم دین حیران کن ہے، جس کی رو سے "سنت" پر عمل کرنا دین کی تکمیلی فضیلت ہے اور اصلی فضیلت نہیں ہے۔ تکمیلی فضائل نوعیت کے اعتبار سے "اصلی فضائل" میں شامل ہوتے ہیں اور نہ ان کا درجہ حاصل کر سکتے ہیں۔ "سنت" فقہا کے نزدیک "دین" میں تکمیلی فضیلت ہونے کی وجہ سے جس درجے کا عمل دین متصور ہوتی ہے، وہ کسی لحاظ سے بھی "الوہی حکم" نہیں قرار پاتی۔ اگر مذہبی ذہن کی غلط فہمی کی وجوہات دریافت کرنے کی کوشش کی جائے تو پتہ چلے گا کہ غلط فہمی کی جڑ "سنت" کے لفظ کو اصطلاح کے بجائے لغوی معنی میں قبول کرنا ہے۔ "دین" میں "سنت" ایک اصطلاح ہے جیسے "الصلوۃ" ایک دینی اصطلاح ہے۔ بعض بدعتی اذہان نے "الصلوۃ" کے اصطلاحی مدلول کو لغوی مفہوم سے متعین کرنے کی سعی کی ہے، جو نہ صرف بدعت ہے بلکہ علمی اعتبار سے انتہائی پست خیالی ہے۔ اصطلاح کا مدلول لغت سے متعین نہیں ہوتا، اس کے لیے ہمیشہ شارع یا واضع کی طرف رجوع کرنا ہوتا ہے۔ اسی طرح فقہا نے "سنت" کے اصطلاح کے بجائے لغوی معنی کو پیش نظر رکھا تو "دین" کا پورا تصور انہیں از سرِ نو وضع کرنا پڑا۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ انسانی غور و فکر بھی الوہی ہدایت کے نہ صرف قریب تر کوئی شے متصور ہونا شروع ہو گیا بلکہ الوہی اور انسانی ہدایت عین یک دیگر ہو گئے۔

جس تعمیلی ہیئت کے بغیر دینی اعمال "دینی" متصور نہیں ہو سکتے وہ تعمیلی ہیئت "توقیفی" ہے اور وضعی نہیں ہے۔ اسے وحی غیر متلو بھی کہا جاتا ہے، وہ "سنت" ہے۔ "نبی اللہ" کی سنت "نبی ﷺ" کا ذاتی اجتہاد نہیں ہے، منزل من اللہ ہے، ناقابل تغیر و تبدل ہے۔ "نبی ﷺ" کے ذاتی ارادے پر مبنی عمل اور شے

ہے اور اللہ کے نبیؐ کی سنت بالکل دوسری شے ہے۔ ''نبی ﷺ'' کی سنت ''نبی ﷺ'' کے ذاتی ارادے پر مبنی ہونے کے بجائے وحی پر منحصر ہوتی ہے۔ تحویل قبلہ سے ہی عیاں ہے کہ ''نبی ﷺ'' کی سنت، ''نبی ﷺ'' کے ذاتی ارادے پر مبنی عمل نہیں ہے اور نہ ''نبی ﷺ'' کے ذاتی ارادے پر مبنی عمل دین میں ''سنت'' ہوتا ہے۔ اگر نبی ﷺ کی ذاتی پسند و ناپسند پر امر دین منحصر ہوتا تو تحویل قبلہ کے لیے آپ ﷺ آسمان سے نزول وحی کا بے چینی سے انتظار نہ فرماتے۔ قبلہ رخ ہونا ایک عمل ہے، ''سنت'' ہے۔ ''سنت'' نبی ﷺ کے عمل کی صفت ہے، نبی ﷺ کا وہ عمل ''سنت'' ہے جو نہ فقط حکماً بلکہ عملاً بھی مبنی بر وحی ہو۔ نبی ﷺ کا جو عمل مبنی بر وحی نہیں ہے وہ ''سنت'' نہیں ہے۔

فقہاء نے نبی ﷺ کے وحی شدہ عمل کو غیر وحی شدہ عمل سے ممتاز نہیں کیا تو ''سنت'' کے دینی معنی کو انہیں مکمل طور پر نظر انداز کرنا پڑا اور ''سنت'' کا ایک ایسا مفہوم انہیں وضع کرنا پڑا جو ''توقیفی'' کے بجائے کاملاً عقلی اور واقعتاً وضعی تھا۔ فقہا نے اس بات کی جانب توجہ نہیں دی کہ ''دین'' سرتا سر مبنی بر وحی ہے، عقلی اور وضعی امور کو اس میں دخل نہیں ہوسکتا۔ ''دین'' عقل کی وضعیات پر مشتمل متصور ہونے لگے تو ''توقیفات'' لایعنی ہوکر رہ جائیں۔ ''عقل'' اور ''وحی'' کی حدود میں جس قدر التباس بڑھتا چلا جاتا ہے اسی قدر ''توقیفات'' وضعیات میں اور ''وضعیات'' توقیفات میں ڈھلتی چلی جاتی ہیں۔ وحی اور عقل کی حدود میں کہیں توارد نہیں ہے اور نہ عقل اور وحی میں ایک آدھا یا چند امور مشترک ہیں۔ وحی اور عقل کے مابین مشتبہات نہیں ہیں کہ جن سے بچنا ضروری ہو، ''وحی'' عقل نہیں ہے اور عقل ''وحی'' نہیں ہے۔

فقہا نبی ﷺ کے عادات و اطوار اور شمائل و خصائل کو ''سنت'' کے زمرے میں شامل کرنا چاہتے ہیں، جس کی وجہ سے ''سنت'' کے نفس دین ہونے سے انہیں دست بردار ہونا پڑا، حیرت یہ ہے کہ انہوں نے اسے قبول کرلیا ہے۔ فقہا کے ہاں اوامر و نواہی کی فہرست تیار کرنا اس قدر اہمیت اختیار کر چکا ہے کہ خود نبی ﷺ کی شدید ترین تاکید بھی ان کی راہ میں رکاوٹ نہ بن سکی۔ کتاب و سنت ہی وہ عروۃ الوثقیٰ ہے جو ضلالت و عصیان سے محفوظ رہنے کی ضمانت ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ ''سنت'' نبی ﷺ کا ایک ایسا عمل یا

طرزِ عمل سمجھا جائے جسے ترک کرنا ''دین'' میں کسی بنیادی نقصان کا باعث نہ ہو؟ نبی ﷺ کے عادات و اطوار اور شمائل و خصائل کا محبوب ترین ہونا اس امت کا وہ طرزِ احساس ہے جسے قانون سازی مضبوط کر سکتی ہے اور نہ نقصان پہنچا سکتی ہے۔ نبی ﷺ کے عادات و اطوار اور شمائل و خصائل کی حیثیت اس امت مرحومہ میں غالب قوم کے عادات و اطوار اور شمائل و خصائل کی نہیں ہے جو مغلوب قوم کا نفسیاتی عارضہ بن کر ان کے تہذیبی لاشعور میں بیٹھ جاتا ہے۔ قانون سازی کے ذریعے مغلوب و مفتوح قوم میں ان عادات و اطوار اور شمائل و خصائل کو نافذ کیا جاتا ہے جو غالب قوم اپنے لیے بہتر خیال کرتی ہے۔ ملت اسلامیہ کا تعلق نبی ﷺ کے عادات و اطوار اور شمائل و خصائل سے مجبوری و مقہوری کا ہے اور نہ نفسیاتی عارضے کا ہے۔ نبی ﷺ کے عادات و اطوار اور شمائل و خصائل سے ملت اسلامیہ کا ربط و تعلق والہانہ عشق و محبت کا ہے جو ظاہر ہے قانون سے جواز کی سند لینے کا متحمل ہے اور نہ محتاج ہے۔

نبی ﷺ کے عادات و اطوار اور شمائل و خصائل مبنی بر وحی ہوتے تو لازماً ''توقیفات'' میں شامل ہوتے اور اگر ''توقیفات'' ہوتے تو نہ صرف واجب التعمیل ہوتے بلکہ متبادل عادات و اطوار اور شمائل و خصائل ایماناً نہ صرف ناقابل قبول ہوتے بلکہ حرام ہوتے۔ ''توقیفات'' ہر حال میں واجب التعمیل ہوتی ہیں، ان کا متبادل ممکن نہیں ہوتا، ان کا متبادل فقط ناپسندیدہ نہیں ہوتا بلکہ مطلقاً حرام ہوتا ہے۔ الصلوٰۃ کی تعملی ہیئت توقیفی ہے، اس کا متبادل نہ صرف ناممکن ہے بلکہ مطلقاً حرام ہے۔ ختنہ سے لے کر قبر میں اتارنے تک تمام اعمال ''توقیفات'' ہیں جو اس امت میں متعین اور مروج ہیں جن کا بدل نہ صرف ناممکن ہے بلکہ حرام ہے۔ مسلم معاشرت میں توقیفی امور کا بدل یا مثل کبھی مقبول نہیں ہو سکا اور نہ آئندہ ممکن ہے۔ تمام توقیفات ''سنت'' ہیں، منزل من اللہ ہیں، عقلی اختراعات نہیں ہیں، نبی ﷺ کے ذاتی اجتہادات نہیں ہیں۔ ان کا مبدا قریش کی تہذیبی روایات نہیں ہیں اور نہ ہی یہ قریش کی تہذیبی روایات میں سے عقلی ادراک پر مبنی انتخاب ہے۔ عقلی ادراک پر مبنی انتخاب کبھی ''توقیفی'' نہیں ہوتا اور ''توقیفات'' کبھی عقلی ادراک پر مبنی نہیں ہوتے۔ توقیفات دائماً منزل من اللہ ہوتے ہیں، وحی ہوتے ہیں اور وحی نبی ﷺ کا

ادراک ذاتی نہیں ہے۔ ''سنت'' نبی ﷺ کے ان اعمال کو نہیں کہا جاتا جو ''وحی'' نہیں ہیں۔

''دین'' فقط ''کتاب و سنت'' ہے، کتاب و سنت کے سوا ''دین'' کسی شے کا نام نہیں ہے۔ جس طرح ''کتاب'' عقلی ادراک کی جدوجہد کا نتیجہ نہیں ہے، اسی طرح ''سنت'' کا وجود بھی عقلی ادراک کی انسانی جدوجہد کا نتیجہ نہیں ہے۔ اطراف واکنافِ عالم میں جہاں کہیں دینِ اسلام پہنچا ہے یا اب موجود ہے یا پہنچ رہا ہے ''کتاب و سنت'' کی ہی صورت میں ہی پہنچا ہے اور موجود ہے۔ ''کتاب اللہ'' کی ترتیب تلاوت سے لیکر احرام باندھنے، سر کے بال کٹوانے یا مونڈوانے تک کی تمام ''سنن'' شعائرِ اسلام اور نفس دین ہیں۔ شعائرِ اسلام اور نفس دین اگر انسان کے ادراکِ عقلی کی جدوجہد کا نتیجہ ہوتے یا قریشِ مکہ کی مذہبی یا تہذیبی روایت کا تسلسل ہوتے تو اطراف واکناف عالم میں انہیں علیٰ حالہ قائم رکھا جاتا نہ قبول کیا جاتا۔ نبی ﷺ کے عادات واطوار اور شمائل و خصائل تمام مسلم معاشروں میں اپنے اسی حوالے سے مرغوب ومحبوب ہیں، ان کی اہمیت اور افادیت کے لیے یہی حوالہ ہی بہت ہے۔ نبی علیہ السلام کے عادات واطوار اور شمائل و خصائل شعائرِ اسلام اور نفس دین ہوتے تو جس طرح ''نماز'' اپنی تعیلی ہیئت کے بغیر ممکن نہیں ہے بالکل اسی طرح آپ ﷺ کے عادات واطوار اور شمائل وخصائل کے علاوہ تمام عادات و اطوار اور شمائل و خصائل حرام ہوتے۔ یہ بات کبھی نظر انداز نہیں کرنی چاہیے کہ ''سنت'' کے دینی معنی سے آپ ﷺ کے شمائل و خصائل اور عادات واطوار کو باہر رکھنا یا کرنا ہمارا مقصود نہیں ہے، ہمارا مدعا فقط اتنا ہے کہ دین میں جسے ''سنت'' کہا جاتا ہے آپ ﷺ کے عادات واطوار اور شمائل و خصائل اس میں شامل نہیں ہیں۔ ''کتاب اللہ'' اور ''سنتِ رسول ﷺ'' دونوں من جانب اللہ ہیں، منزل من اللہ ہیں، وحی ہیں۔ اعرابی کا ''**لا ازید علیه و لا انقص**'' کہنا بھی اسی امر کو ظاہر کرتا ہے۔ کتب احادیث میں پیغمبر علیہ السلام کے عادات و اطوار اور شمائل و خصائل کو بالاہتمام بیان کیا گیا ہے مگر ان کے واجب التعمیل ہونے پر اصرار کہیں نہیں کیا گیا ہے۔ ''دین'' کے واجب التعمیل ہونے کے لیے دلیل کی ضرورت ہے اور نہ اس کا ثبوت پیش کرنا ایمانی طرزِ عمل ہے۔

جذباتی تقاریر کے زور پر ''دین'' کو غیر دین اور غیر دین کو ''دین'' بنانے پر مصر مذہبی مقرر عوام کے جذبات کو مشتعل کرنے میں کامیاب ہو جائے تو اسے اپنا کارنامہ گردانتا ہے۔ وہ یہ نہیں سمجھتا کہ جذبات کا غیر فطری اشتعال غیر دین کو ''دین'' نہیں بنا سکتا۔ نبی علیہ السلام کی ذات گرامی اہل ایمان کی نظر میں جس تعظیم و توقیر کی حامل ہے، اشتعال گزیدہ جذبات اس کے شایان شاں نہیں ہیں۔ ''ایمان'' کا مدلول اپنی ہستی کے جوہر میں جس مرکز ثقل سے اعتبار یافتہ ہوتا ہے وہ آپ ﷺ کی غیر مشروط اطاعت و اتباع ہے۔ یہ اسی غیر مشروط اطاعت و اتباع کا تقاضا ہے کہ جس کو آپ ﷺ نے ''دین'' بتایا ہے اسے ہی ''دین'' سمجھا جائے اور اسے ہی ''دین'' مانا جائے۔ مذہبی جذبات کا غیر فطری اشتعال قابل تحسین ہو سکتا ہے مگر اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والا تخیلاتی خاکہ ''دین'' نہیں بن سکتا۔ خطابت کی شعلہ بیانی میں بے سرو پا باتیں بلا تردد بیان کرنا اور اسے ''دین'' خیال کرنا بذات خود مذہبی جذبات کے اشتعال پر مبنی نامناسب رویہ ہے۔ ''ایمان'' جذبے سے عاری طرز احساس اور طرز عمل کا نام نہیں ہے مگر ایسے جذبے کو بھی ایمان نہیں کہا جا سکتا جو شعور کے دوسرے اہم پہلوؤں یعنی ارادے اور ادراک کو بالکل نظر انداز کر دے۔ پیغمبر علیہ السلام کی ذات کے علو مرتبت کے سامنے فقط جذبات سے تشکیل پانے والے رویے گستاخی بھی بن سکتے ہیں اور ہمیں یہ بات بہر حال نظر انداز نہیں کرنی چاہیے:

نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید این جا

پیغمبر علیہ السلام کے لیے ''ایمان'' جس نوع کی تعظیم کا تقاضا کرتا ہے وہ عقلی خیال آرائی سے کبھی میسر نہیں آ سکتی۔ یہ اسی تعظیم کا تقاضا ہے کہ عقل کو دین یا وحی کے سامنے قربان کرنا ضروری ہے۔ نبی ﷺ سے محبت کا دعویٰ کرنا اور بات ہے اور آپ کے لائے ہوئے ''دین'' کو غیر مشروط اطاعت و اتباع کے ساتھ قبول کرنا بالکل دوسری بات ہے۔ ''سنت'' کا انتساب رسول اللہ ﷺ کی طرف ہے بالکل اسی طرح ہے جیسے پورے دین اسلام کا انتساب آپ ﷺ کی طرف ہے۔ دین اسلام کی حقانیت کا پہلا اور آخری حوالہ فقط نبی ﷺ کی ذات والا صفات ہے۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ دونوں کا دارومدار

آپ ﷺ کی زبان مقدس پر ہے۔ اگر کتاب وسنت کے مدلول کا تعین آپ علیہ السلام کے علاوہ کسی اور کی زبان پر فرض کیا جائے تو یہ نفس ایمان کی نفی ہے۔ آپ علیہ السلام نے اپنے عادات واطوار اور شمائل و خصائل کو ''دین'' میں شامل نہیں فرمایا تو کیا احبار و رہبان کو یہ حق پہنچتا ہے کہ ان کو ''دین'' میں شامل کرلیں؟

آپ ﷺ نے اپنے عادات واطوار اور شمائل و خصائل کو کبھی ''سنت'' بتایا اور نہ کبھی آپ ﷺ نے اپنے عادات واطوار اور شمائل و خصائل کی تعلیم کو ''دین'' یا ''کتاب وسنت'' کا جزو بتایا ہے۔ اگر آپ ﷺ کے عادات واطوار اور شمائل و خصائل کو دینی معنی میں ''سنت'' سمجھا گیا ہوتا تو آپ ﷺ کے عادات واطوار اور شمائل و خصائل بھی اسی طرح سے واجب التعمیل ہوتے جیسے کہ کتاب وسنت واجب التعمیل ہیں۔ ''دین'' کی تبلیغ و اشاعت آپ ﷺ کا فرض ہے، اسے آپ ﷺ کبھی نظر انداز نہیں کر سکتے ، آپ ﷺ کے عادات واطوار اور شمائل و خصائل نفس دین ہوتے تو ان کی تبلیغ واشاعت بھی آپ ﷺ کے فرائض نبوت میں شامل ہوتی اور آپ ﷺ ان کی تبلیغ بھی بالکل اسی طرح فرماتے جیسے امور دین کی فرمایا کرتے تھے۔ ''دین'' یا ''کتاب وسنت'' کو کسی حالت میں بھی ترک نہیں کیا جا سکتا، اس کی جگہ کوئی دوسرا طرز عمل اختیار نہیں کیا جا سکتا اور اگر کوئی یہ جسارت کرتا ہے تو جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ اس کا یہ طرز عمل ہمیشہ سے امت میں مردود متصور ہوتا آیا ہے اور آیندہ بھی مردود ہی متصور ہوگا۔ ایسا کوئی طرز عمل جو ''سنت'' کا استبدال قرار پائے اصلاً وہی ''بدعت'' ہے۔ سنت اور بدعت ایک دوسرے کی نفی اسی معنی میں ہے کہ ''دین'' منزل من اللہ ہے اور عقل کا زائیدہ نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے کبھی اپنے عادات واطوار اور شمائل و خصائل کو اختیار کرنے کا حکم نہیں دیا، یہ تصور بذات خود ''بدعت'' ہے کہ آپ ﷺ کے عادات واطوار اور شمائل وخصائل ''سنت'' ہیں۔ جس طرح قرآن مجید ''کتاب اللہ'' ہے اسی طرح ''سنت'' بھی درحقیقت ''سنت اللہ'' ہے جس میں تبدیلی کا کوئی امکان نہیں ہے۔ کتاب اللہ کا بنیادی حوالہ نبی ﷺ ہیں اور ''سنت اللہ'' کا بنیادی حوالہ بھی آپ ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ کے ذاتی ادراک کو کتاب اللہ میں کوئی دخل

ہے اور نہ ''سنت اللہ'' میں ذاتی یا شخصی پسند و ناپسند کو دخل ہے۔ آپ ﷺ کے عادات و اطوار اور شمائل و خصائل ''وحی'' نہیں ہیں۔ آپ ﷺ کا ذاتی ادراک، شخصی ارادہ اور انفرادی پسند و ناپسند خالصتاً انسانی افعال ہیں اور الوہی نہیں ہیں۔

''دین'' میں جسے سنت کہا جاتا ہے وہ عقل کا وضع کردہ ''عمل'' ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ ''دین'' میں جسے ''سنت'' سے تعبیر کیا جاتا ہے وہ فقط منزل من اللہ ''عمل'' ہے یا الوہی حکم کی وہ تعمیلی ہیئت ہے جسے خود اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے نبی ﷺ کے ذریعے سے تعلیم فرمایا ہے۔ آپ ﷺ کے جن اعمال کا مبدا وحی خداوندی نہیں ہے، وہ ''سنت'' نہیں ہیں، آپ ﷺ کے ایسے اعمال کو ''سنت'' قرار دینا جن کا مبدا وحی نہیں ہے دین میں ''بدعت'' ہے۔ سنت اور بدعت میں بنیادی فرق ہی یہ ہے کہ نبی ﷺ کے ''وحی شدہ'' اعمال سنت ہیں اور غیر وحی شدہ اعمال سنت نہیں ہیں۔ غیر وحی شدہ عمل چاہے نبی ﷺ کا ہو یا غیر نبی کا، اسے سنت قرار دینا یا اسے ''دین'' میں شامل کرنا یا سمجھنا ''بدعت'' ہے۔ ''سنت'' کو ''بدعت'' نہیں بنایا جا سکتا بالکل اسی طرح جیسے ''بدعت'' کو ''سنت'' قرار نہیں دیا جا سکتا۔

بدعت

''بدعت'' کا متعارف مذہبی مفہوم نیا خیال، نیا عمل اور نیا طرزِ عمل یا نیا طرزِ احساس ہے۔ سنجیدہ مذہبی اذہان کے نزدیک ''بدعت'' ایسے جدید خیال، عمل یا طرز عمل اور طرز احساس کو کہا جاتا ہے جو ''ادلہ اربعہ'' سے ثابت نہ ہو۔ گویا جس عمل، طرز عمل اور طرز احساس کو قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس سے ثابت نہ کیا جا سکے وہ ''بدعت'' ہے۔ ''بدعت'' کا مذکورہ مفہوم عام ہے اور مذہبی حلقوں میں بہت زیادہ متعارف ہے۔ یہی وہ مفہوم ہے جس کے ذریعے سے ہر فرقہ اپنے علاوہ باقی تمام فرقوں میں بدعت کو موجود پاتا ہے اور اپنے علاوہ ہر فرقے کو اس کا مصداق دیکھتا اور سمجھتا ہے۔ ہر فرقہ دوسرے فرقے کے مقابلے میں خود کو ''ناجی'' اور ہدایت یافتہ سمجھتا ہے اور مخالف فرقے کے بدعتی ہونے کی وجہ سے اسے جہنمی سمجھتا ہے۔ ''بدعت'' کا یہ متعارف مفہوم ایسا ہے کہ اس کی رو سے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے ساتھ ہی ''بدعات'' کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ چل نکلا ہے جو آج تک جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔ ''بدعت'' کے اس معنی کی رو سے خلافت راشدہ اور مابعد کے تمام ادوار بدعت وضلالت کا مظہر بن کر رہ جاتے ہیں۔ خلافت راشدہ کے اقدام کو ''دین'' میں شامل فرض کرنے والے صحابہ کرام کے دور کو چھوڑ کر باقی تمام مظاہر کو کفر وضلالت فرض کرتے چلے آئے ہیں۔

کم ذہنی استعداد والا مذہبی گروہ، چونکہ اپنے آپ کو علم و دانش سے نہ صرف دور رکھتا ہے بلکہ افہام و تفہیم کے روادار انسان کو اپنا اور دین کا دشمن سمجھتا ہے، عددی کثرت کے باوجود انہیں ان کے حال پر چھوڑنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔ وہ مذہبی گروہ جو مذکور ماقبل گروہ سے نسبتاً بہتر ذہنی صلاحیت کا حامل ہے، باوجودیکہ پہلے گروہ کو قائم اور برقرار رکھنے میں ان کا بڑا ہاتھ ہے، ان کے نزدیک ''بدعت'' کی تعریف وہی ہے جو اوپر بیان کی گئی ہے۔ ''بدعت'' سنجیدہ مذہبی طبقے کے نزدیک اس عمل یا طرز عمل کا

نام ہے جو ''ادلہ اربعہ'' سے ثابت نہ ہو یا ایسا طرزِ عمل ہے جس کی اساس ''ادلہ اربعہ'' سے باہر ہو۔ امر واقعہ یہ ہے کہ اس تعریف کی رو سے کوئی عمل ''بدعت'' ہے اور نہ آئندہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ عقلی جواز یا عقلی اعتبار یعنی ''قیاس'' کو فقہ میں جو حیثیت حاصل ہے اس کے پیش نظر یہ بات طے ہے کہ کسی نئے عمل یا نئے طرزِ عمل کا عقلی جواز فراہم کر دیا جائے تو وہ ''بدعت'' کے زمرے سے خارج ہو جائے گا۔ جس طرح ''سنت'' کا تعین عقل سے ممکن نہیں بالکل اسی طرح بدعت کا مفہوم بھی انسانی تخیلات کا مرہونِ منت نہیں ہے۔ ''سنت'' اور ''بدعت'' دونوں اپنے دینی مفہوم کے اعتبار سے اصطلاحی مدلول رکھتے ہیں، ان کا لغوی معنی حقیقی مدلول تک رسائی میں معاون نہیں ہو سکتا۔ سنت کا مبدا ''وحی'' ہے اور بدعت کا مبدا ''عقل'' ہے۔ مگر دینی اعتبار سے ہر وہ تصور یا عمل بدعت نہیں ہے جس کا مبتدع عقل ہو، دینی اعتبار سے عقل کی وہ مبتدعات مذموم و مردود ہیں جو وحی یا وحی کا استبدال بن جائیں۔

احبار و رہبان یا علما و مشائخ کا کوئی طرزِ عمل ''سنت'' ہے اور نہ ''بدعت'' ہے، ان کے کسی عمل یا طرزِ عمل سے ''دین'' وابستہ ہے اور نہ ان کا کوئی ذاتی عمل یا طرزِ عمل ''دین'' ہے۔ علما و مشائخ ''دین'' کے محافظ ہیں، ناقل ہیں، راوی ہیں، ان کی اس حیثیت کو چاہے نیک نیتی سے ہی کیوں نہ نظر انداز کیا جائے، بدعت وجود میں آ جائے گی۔ علما و مشائخ کے عمل اور طرزِ عمل کو دین سمجھنا وہ روش یا طرزِ عمل ہے جو ''دین'' میں کبھی پسندیدہ نہیں رہا الٹا مطعون سمجھا گیا ہے، اس لیے کہ یہ روش دین کو ''غیر دین'' بنا دیتی ہے۔ عدی بن حاتمؓ سے نبی ﷺ نے فرمایا "ماعبدوهم ولكن احلوا لهم الحرام فاطاعوهم و حرموا عليهم الحلال فأطاعوهم " احبار و رہبان یا علما و مشائخ کی یہ روش اور ان کے پیروکاروں کا یہ طرزِ عمل ''بدعت'' ہے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ ''بدعت'' علما و مشائخ سے جاری ہو یا مریدین و معتقدین سے، ''دین'' میں بہرحال مردود ہے۔ علما و مشائخ کے کسی طرزِ عمل کو محض اس لیے قبول کر لینا کہ وہ چونکہ 'احبار و رہبان' ہیں اور یہ نہ دیکھنا کہ ان کی بتائی ہوئی بات اللہ کا بتایا ہوا ''دین'' ہے کہ نہیں ہے، ان کی عبادت سے کم کوئی شے نہیں ہے۔ علما و مشائخ جب غیر دین کو ''دین'' اور دین کو ''غیر دین'' بنا دیں اور ان

کی اس بات کو قبول کرلیا جائے تو یہی طرزِ عمل یا روش ''دین'' میں ''بدعت'' کہلاتی ہے اور یہ خلافِ سنت ہی نہیں ہے بلکہ انکارِ سنت بھی ہے۔ عامۃ الناس اور علما و مشائخ کا نصب العین اللہ کے حکم کی خلاف ورزی بن جائے تو اس مقصد کے لیے ''فقہ'' سب سے زیادہ مضبوط کمین گاہ یا قلعہ ثابت ہوتی ہے۔ حدود اللہ کی خلاف ورزی کے جواز کے لیے بس ایک فتویٰ کافی ہے، جب کوئی مفتی ''سود'' کو محض چرب زبانی سے حلال ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہے تو سود خور اسے بلا تامل اختیار کر لیتا ہے۔ یہ وہ مردود بدعت ہے جو سنت کے بمقابل آتی ہے۔

نبی علیہ السلام کے عادات و اطوار اور شمائل و خصائل پر اس طرح اصرار کرنا کہ معلوم ہونے لگے کہ مقصود بعثت ہی یہی تھے اور جو مقصود بعثت ہے اُس سے یہاں تک اعراض کرنا کہ وہ غیر ضروری متصور ہونے لگے کسی طرح سے مناسب طرزِ عمل اور طرزِ فکر نہیں ہے۔ مقصود اصلی کے بجائے طفیلی امور کو ناگزیر خیال کرنا، علما و مشائخ کا وہ طرزِ عمل ہے جو اب ''دین'' کی راہ میں رکاوٹ بن چکا ہے۔ فقہی ذہن کی کلام اللہ سے بے اعتنائی کا یہ عالم ہے کہ اس شخص کی امامت کو جائز خیال کرتے ہیں جو کلام اللہ پڑھ کر سمجھ نہیں سکتا اور سمجھ کر پڑھ نہیں سکتا مگر جس کی داڑھی مقرر کردہ معیار سے چھوٹی ہے یا بڑی ہے اس کی نماز میں امامت کو جائز خیال نہیں کرتے۔ اسی طرح جو شخص قرآن مجید کو قرأت کے اصولوں کی پاسداری کے بغیر مگر سمجھ کر پڑھتا ہے اور پڑھ کر سمجھ لیتا ہے اس کی امامت جائز نہیں ہے اور جو قرآن حکیم بغیر سمجھے صرف قرأت کے اصولوں کے مطابق پڑھ لیتا ہے اس کی امامت جائز خیال کرتے ہیں۔ یہ طرزِ عمل اگر بدعت نہیں ہے تو اور کیا ہے؟

فقہی ذہن نے ایک طرف ''سنت'' کے دینی مفہوم کو بگاڑ دیا ہے تو دوسری طرف ''بدعت'' کے معنی کو اس دائرے میں نہیں رہنے دیا جہاں یہ ''سنت'' کی ضد اور مخالف تصور کے طور پر پایا جاتا ہے۔ اگر ''سنت'' کا دینی مفہوم قائم نہ رہ سکے تو ''بدعت'' کا وہ مفہوم کبھی سامنے نہیں آ سکتا جو ''دین'' میں مردود ہے۔ ''سنت'' اور ''بدعت'' دینی تناظر میں ایک دوسرے کی ضد ہیں، سنت ہے تو بدعت نہیں ہے اور

بدعت ہے تو سنت نہیں ہے۔ دینی مفہوم سے صرف نظر کر لیا جائے تو عام معنی میں یہ متصادم تصورات نہیں ہیں۔ ''سنت'' اور ''بدعت'' ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو فقط اسی صورت میں نہیں رہتے جب دینی مفہوم میں مستعمل ہوں۔ دینی اعتبار سے یہ ممکن نہیں ہے کہ ایک عمل یا طرزِ عمل ''سنت'' بھی ہو اور ''بدعت'' بھی ہو۔ ''سنت'' کا مبدا وحی ہے اور ''بدعت'' کا مبدا عقل ہے۔ جب تک ''وحی'' اور ''عقل'' بہ حیثیت ذرائع علم ایک دوسرے سے ممتاز و منفرد رہتے ہیں ''سنت'' اور ''بدعت'' کا دینی مفہوم قائم و برقرار رہتا ہے، جیسے ہی دونوں ذرائع علم میں امتیاز کا شعور محو ہوتا ہے یا خلط ملط ہوتا ہے، ''سنت'' اور ''بدعت'' کی حدود بھی خلط ملط ہو جاتی ہیں۔ ''سنت'' کا ایک متعین اور محدود مفہوم و مدلول ہے اسی طرح ''بدعت'' کا بھی ایک متعین اور محدود مفہوم و مدلول ہے۔ دینی اعتبار سے جس طرح ہر مستحسن عمل ''سنت'' نہیں ہے اسی طرح ہر نیا عمل یا طرزِ عمل بھی دینی اعتبار سے ''بدعت'' نہیں ہے۔

جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ ''کتاب و سنت'' یا ''دین'' منزل من اللہ ہے اور انسانی غور و فکر کا نتیجہ نہیں ہے اور ''بدعت'' منزل من اللہ نہیں ہے، انسانی عقل کا وہ ابداع و اختراع ہے جو دین کے مضمرات میں شامل کر دیا گیا ہے۔ بالفاظ دیگر ''دین'' کا مبدا اور ''بدعت'' کا مبدا ایک ہے اور نہ دونوں کے مضمرات و غایات ایک ہیں۔ ''دین'' میں جسے بدعت سے تعبیر کیا جاتا ہے وہ محض عقلی اختراع نہیں ہے بلکہ وہ عقلی اختراع و ابداع ہے جو ''دین'' کو غیر دین اور ''غیر دین'' کو دین بنا دیتا ہے۔ ''بدعت'' عقل کے ایسے ابداع و اختراع کا نام ہے جو ''افتراء علی اللہ کذباً'' ہو۔ اس کی صورت فقط ایک ہے، ''غیر وحی'' کو دین اور ''دین'' کو غیر وحی بنا دیا جائے۔ لغوی اعتبار سے عقلی مدرکات کی ہر نوع بدعت ہے مگر دینی مفہوم میں عقل کے جن مدرکات کو بدعت سے تعبیر کیا گیا ہے وہ فقط ایسے تصورات ہیں جو منزل من اللہ نہیں ہیں بایں ہمہ مذہبی عقائد و اعمال متصور ہونے لگے ہیں۔ جس طرح دینی معنی میں ''سنت'' کے لفظ کا استعمال لغوی نہیں بلکہ اصطلاحی ہے اسی طرح دینی معنی میں لفظ ''بدعت'' کا مدلول لغوی نہیں ہے بلکہ مطلقاً اصطلاحی ہے۔ مذہبی ذہن کی فرقہ پرستانہ آرزو نے ''سنت'' کے اصطلاحی مدلول کو جس طرح مسخ کر دیا

ہے بالکل اسی طرح ''بدعت'' کے اصطلاحی معنی کو بھی پس پشت ڈال دیا ہے۔ ہر فرقہ اپنی اختراعات و بدعات کو عین ''دین'' اور مخالف فرقے کے اختراعات و بدعات کو غیر دین ''بدعت'' کہہ دیتا ہے۔ فرقہ پرست مذہبی ذہن نے ''احبار و رہبان'' کی اطاعت و اتباع میں اس قدر انہماک پیدا کرلیا ہے کہ ''حکم اللہ'' کو نظر انداز کرنا بھی انہیں عین دین معلوم ہوتا ہے۔ دینی اعتبار سے بدعت کا اصطلاحی مدلول فقط ایک ہے یعنی غیر وحی کو ''سنت'' قرار دینا اور ''سنت'' کو غیر وحی سے ثابت کرنا۔ دینی اعتبار سے ''سنت'' کا اصطلاحی مدلول ''وحی غیر متلو'' کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ ''سنت'' نبی ﷺ کے ذاتی ادراک، ذاتی ارادے اور ذاتی پسند و ناپسند کا نام نہیں ہے یا آپ ﷺ کے غیر وحی شدہ اعمال و افعال ''سنت'' نہیں ہیں۔ ''بدعت'' غیر وحی شدہ اعمال و افعال کا نام نہیں ہے بلکہ ''سنت'' کے متبادل یا متوازی غیر وحی شدہ اعمال و افعال کا نام ہے۔ سنت فقط نبی ﷺ کے وحی شدہ اعمال ہیں، بدعت احبار و رہبان کے وہ خود ساختہ عقائد و اعمال ہیں جن کے بارے میں انہوں نے غلط دعویٰ کر رکھا ہے کہ وہ ''دین'' ہیں یا منزل من اللہ ہیں۔

اجماع و اجتہاد مسلم معاشرت کی عمرانی ضرورت ہیں، نبی ﷺ کی نبوت کا تسلسل نہیں ہیں۔ اجماع و اجتہاد کو ''دین'' میں شامل کرنا یا انہیں دین سمجھنا ''بدعت'' ہے۔ یہ خیال کرنا کہ اجماع و اجتہاد سے ''حکم اللہ'' حاصل ہوتا ہے نہ صرف غلط ہے بلکہ ''دین'' میں عقل کی ناروا مداخلت اور بدعت ہے۔ غیر وحی سے ''حکم اللہ'' حاصل ہوتا ہے اور نہ ہو سکتا ہے، غیر وحی سے ''حکم اللہ'' کے حصول کا امکان فقہی ذہن کا پیدا کردہ بے حقیقت اختراع ہے جس نے ایک طرف ''سنت'' کے معنی کو مسخ کیا ہے اور دوسری طرف ''بدعت'' کے معنی و مدلول کو آنکھوں سے اوجھل کر دیا ہے۔ ''وحی'' کے حلال اور حرام کو ''وحی'' کے علاوہ کسی دوسرے ذریعے سے حلال کیا جا سکتا ہے اور نہ حرام کیا جا سکتا ہے۔ ایسی تمام جدوجہد جس میں ''وحی شدہ'' اوامر و نواہی کی حلت و حرمت ''وحی'' کے علاوہ کسی اور علت سے مشروط بیان کی جائے ''علم بالوحی'' کا استخفاف ہے چاہے یہ وظیفہ اجماع کے وسیلے سے انجام دیا جائے یا اجتہاد کے ذریعے سے انجام پائے۔ ''وحی'' کی تنسیخ اجتماعی عقل سے ممکن ہے اور نہ انفرادی عقل سے۔ عقل ''علم بالوحی'' کا مصدق ہے

اور نہ مہیمن ہے، ''وحی'' آپ اپنی مصدق ہے اور آپ اپنی مہیمن ہے۔ یہ مسلم معاشرت کی عمرانی ضرورت بھی ہے اور بقا کی شرط بھی ہے۔ ''وحی'' کے مقام و منصب سے روگردانی نہ صرف ''بدعت'' کے فروغ کا باعث ہے بلکہ ''سنت'' کی قدر و منزلت کے شعور کو بھی ضائع کر دینے کا سبب ہے۔ ''وحی'' کے مقام و منصب کا پورا شعور فقط نبی ﷺ کو حاصل ہے، ''وحی'' کی قدر و منزلت کا شعور غیر نبی سے حاصل نہیں کیا جا سکتا، نبی ﷺ کے شعور کے علاوہ ہر انسان کا ہر فیصلہ ''وحی'' کی نسبت بے معنی ہے۔ نبی ﷺ کو ''وحی'' کی قدر و منزلت کا جو شعور حاصل ہے وہ خود وحی غیر متلو ہے، سنت ہے، واجب ہے، فرض ہے۔ ''وحی'' کے نبوی شعور کو پس پشت ڈال کر کوئی انسان حق پر قائم رہتا ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ لہذا وحی کے مقام و منصب کا صحیح ادراک فقط نبی ﷺ کے حوالے سے ممکن ہوگا، وحی کا مقام و منصب وہی ہے جو نبی ﷺ کو حاصل ہے، ما وشما اس باب میں کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔

مسلم معاشرت کی عمرانی ضرورت جن امور کو لازم کرتی ہے وہ بالکل ہی دوسری شے ہیں۔ دینی اعتبار سے ''حلال'' کو حرام اور ''حرام'' کو حلال نہیں کیا جا سکتا، غیر وحی ''وحی'' کا وظیفہ انجام نہیں دے سکتی یعنی اس سے الوہی حلال و حرام ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ احبار و رہبان کی جس روش کو دینی معنی میں ''بدعت'' بتایا جا چکا ہے وہ عقل کا اپنی حیثیت سے متجاوز ہونا ہے۔ روایتی مذہبی ذہن نے بغیر کسی تردد کے مذکورہ ''بدعت'' کو نہ صرف قبول کر رکھا ہے بلکہ ان کے نزدیک ''دین'' اس کے بغیر ممکن متصور نہیں ہوتا۔ اجماع و اجتہاد مسلم معاشرت کی جس عمرانی ضرورت کے لیے قانون سازی کے جائز منابع ہیں، اس کا تعلق ''وحی'' سے نہیں ہے۔ اجماع و اجتہاد کو دین اسلام کے منابع فرض کرنا ایک ایسا تصور ہے جو کسی معنی میں نبی ﷺ پر نازل ہونے والی ''وحی'' میں شامل ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ نبی ﷺ پر نازل ہونے والی وحی نبی ﷺ کے وصال کے ساتھ ہی اختتام کو پہنچ چکی ہے۔ اب اس کے اجرا و تسلسل کی کوئی صورت موجود ہے اور نہ ضرورت ہے۔ ''اجماع'' انسان کی اجتماعی فکر ہے اور ''اجتہاد'' انسان کی انفرادی فکر ہے، مذہبی ذہن کا یہ خیال سرتاسر باطل ہے کہ اجماع و اجتہاد ''حکم اللہ'' کے حصول کا ذریعہ ہیں یا بن سکتے ہیں، ''حکم اللہ''

کے حصول کا ذریعہ ''وحی'' ہے اور کچھ نہیں ہے۔ اجماع و اجتہاد مسلم معاشرت کی عمرانی ضرورت ہیں اور اس سے زیادہ کچھ نہیں ہیں۔

''علم اللہ'' یا علم بالوحی اور انسانی استعداد کے زائیدہ علم میں قدر مشترک ''علم'' ہے، مذہبی ذہن سمجھتا ہے کہ اس قدر مشترک سے یکساں نوعیت کا علمی مفاد وابستہ ہے۔ یہ مذہبی ذہن کی صریحاً غلط فہمی ہے۔ ''علم اللہ'' اور انسانی استعداد کے زائیدہ علم میں کوئی قدر مشترک نہیں ہے اور نہ ہوسکتی ہے۔ انسانیت اور الوہیت میں نفس وجود کو مشترک خیال کرنا ''شرک'' ہے تو کوئی اور اشتراک فرض کرنا ایمان کیسے ہوسکتا ہے؟ ''حکم اللہ'' کے حصول کا ذریعہ فقط اور فقط ''وحی'' ہے، انسان کی اجتماعی اور انفرادی سوچ یا اجماع و اجتہاد ہیں اور نہ ہو سکتے ہیں۔

مسلم معاشرت میں فرقہ پرستی ''بدعت'' کا سبب نہیں بلکہ نتیجہ ہے، بدعت کے واضح ترین مظاہر کا سب سے زیادہ محفوظ علاقہ فرقہ وارانہ آرزو کی پرستش ہے۔ مسلم معاشرت میں ''بدعت'' اور اس کے واضح ترین مظاہر اس وقت سے سامنے آنے شروع ہوئے جب ''وحی'' کی دونوں صورتوں یعنی متلو اور غیر متلو کو نبی ﷺ کے ادراک ذاتی سے ممتاز رکھنے اور کرنے کے فریضے سے علما و مشائخ دست کش ہونا شروع ہوئے۔ جب سنت اور بدعت میں بنیادی امتیاز سے صرف نظر کیا جانے لگا تو ہر گروہ اپنی موضوعہ بدعت کو ''دین'' بنا کر پیش کرتا اور ''سنت'' اُسی قدر غیر ضروری اور غیر اہم عنصر دین بنتی رہی۔ سنت پر اصرار کرنا اور بدعت سے اعراض کرنا ''دین'' کی ضرورت نہیں رہا۔ ہر فرقے کا اپنی موضوعہ بدعت پر اصرار کرنا اس لیے ضروری ہوگیا تھا کہ فرقہ پرست شعور کا ''تجارتی نشان'' وہی تھی۔ کتاب و سنت کے بجائے احبار و رہبان کی موضوعہ فقہ اصل ''دین'' بن گئی اور نوبت یہاں پہنچی کہ احبار و رہبان کی موضوعہ فقہ کی عینک سے کتاب و سنت کو دیکھا جانے لگا ہے۔ ''دین'' منزل من اللہ ہونے کے بجائے انسانی غور و فکر کا حاصل بن کر رہ گیا ہے۔ ''سنت'' پہلے ہی اپنے حقیقی مقام و منصب سے نیچے اتاری جا چکی تھی اب ''بدعت'' بھی بدعت نہیں رہی۔ علما و مشائخ کے اقوال اور احوال ''دین'' کا ناگزیر حصہ بن گئے۔ کتاب و سنت کے

متوازی متون و افعال وضع کر لیے گئے۔ ''تصوف'' جو کبھی ''دین'' تھا اور نہ آیندہ کبھی ''دین'' بن سکتا ہے، اسے نہ فقط ''دین'' میں شامل کر لیا گیا بلکہ اسے ''دین'' کا ناگزیر حصہ اس لیے فرض کر لیا گیا کہ اس کے بغیر غایت دین کا حصول ناممکن سمجھا جانے لگا۔

''تصوف'' انسان کی وہ جدوجہد ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات تک رسائی پانے کے لیے وہ خود سے وضع کرتا ہے، وہ منزل من اللہ نہیں ہے۔ ''دین'' منزل من اللہ ہے جس کی وضع و تشکیل میں انسان کی ذاتی جدوجہد کو ادنیٰ ترین دخل نہیں ہے حتیٰ کہ خود نبی کریم ﷺ کے ذاتی ادراک و ارادے کو دخل نہیں۔ ''دین'' کبھی تصوف نہیں ہو سکتا اور ''تصوف'' کبھی دین نہیں ہو سکتا۔ ''دین'' کو تصوف کے بغیر لا حاصل خیال کرنا، تصوف کے وضع کردہ اوراد و وظائف اور عقائد و اعمال کو اخلاص باللہ کے حصول کے لیے ناگزیر سمجھنا درحقیقت غیر دین کو ''دین'' اور دین کو غیر دین بنانا ہے اور یہی وہ شے ہے جو دینی معنی میں ''بدعت'' ہے۔ اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل کرنے کی خود ساختہ انسانی جدوجہد یقیناً ناپسندیدہ شے نہیں ہے اور نہ اسے قابل اعتراض سمجھا جا سکتا ہے۔ اس جدوجہد کی حیثیت انسان کی دیگر علمی اور عملی کاوشوں سے زیادہ نہیں ہے جو اس نے اپنے ماحول کی تسخیر کے لیے کی ہیں، جیسے طبیعیات، حیاتیات، نفسیات اور عمرانیات، معاشیات، سیاسیات وغیرہ ہیں۔ مذہبی جذبات پر مبنی ہونے کی وجہ سے تصوف الوہی تقدس کا حامل نہیں ہو جاتا، اس بات کو سمجھے بغیر ''وحی'' اور ''غیر وحی'' کے مابین فرق کا شعور حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ وحی اور غیر وحی کے مابین فرق کے شعور کے محو ہو جانے سے حق تعالیٰ تک رسائی کی یہ پرخلوص جدوجہد جسے تصوف کہا جاتا ہے ''بدعت'' بن چکی ہے۔ یہ اسی پرخلوص جدوجہد کا کارنامہ ہے کہ ولایت ادنیٰ درجے کی نبوت اور نبوت اعلیٰ درجے کی ولایت فرض کی جانے لگی ہے حالانکہ تصوف اور دین میں وہی فرق و امتیاز پایا جاتا ہے جو الوہیت و انسانیت میں پایا جاتا ہے۔

مذہبی ذہن نے قرآن مجید کا ترجمہ و تفسیر قرآن مجید کے متبادل کے طور پر وضع کیا ہے تاکہ جن لوگوں کو عربی زبان نہیں آتی یا قرآن مجید میں درج واقعات کے سیاق و سباق سے واقف نہیں ہیں، قرآن مجید کی جگہ ترجمہ و تفسیر سے اس ضرورت کو پورا کر سکیں جو قرآن مجید سے وابستہ ہے۔ ایسا کرتے ہوئے مذہبی

ذہن کو یہ خیال ہی نہیں رہا کہ ''کتاب اللہ'' کا متبادل وضع نہیں کیا جا سکتا یا قرآن مجید سے وابستہ ضرورت کو غیر قرآن سے پورا کرنا ممکن نہیں ہے۔ کلام اللہ کے الوہی الفاظ وکلمات کو اسی طرح غیر ضروری فرض کر لیا گیا جیسے انسانی کلام میں الفاظ وکلمات کی جگہ پر دوسرے الفاظ وکلمات بطور مترادفات کے رکھے جا سکتے ہیں، کلام اللہ میں الوہی الفاظ وکلمات کی جگہ دوسرے الفاظ وکلمات رکھنا درحقیقت کلام اللہ کو انسانی کلام کی سطح پر ہبوط کے مترادف ہے۔ مذہبی ذہن اس بدعت کو بلا تردد اب قبول کر چکا ہے اور اسے دین کی ناگزیر ضرورت فرض کر چکا ہے۔ نبی ﷺ کے قول، فعل اور تقریر کو مطلقاً وحی غیر متلو قرار دینا ایک ایسا مفروضہ اعتقاد ہے جو ''بدعت'' تو ہے ہی، ساتھ ساتھ پورے دینی شعور کے استہلاک کا باعث بھی ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے بھی عرض کر چکے ہیں کہ ''بدعت'' اپنے دینی معنی میں اس اقدام کا نام نہیں جسے نبی ﷺ نے نہیں کیا بلکہ ''بدعت'' ہر اس اقدام کا نام ہے جو وحی نہ ہونے کے باوجود ''دین'' متصور ہو اور ''دین'' ہونے کے باوجود ''وحی'' متصور نہ ہو۔ جس طرح نبی ﷺ کا ہر عمل ''سنت'' نہیں ہے اسی طرح عقل کا ہر عمل ''بدعت'' نہیں ہے۔ ''سنت'' نبی ﷺ کے وحی شدہ اقدامات ہیں، ''بدعت'' عقل پر مبنی ایسے اقدامات ہیں جن سے ''سنت'' وحی شدہ اقدام نہ رہے یا غیر وحی شدہ اقدام ''سنت'' متصور ہونے لگیں۔ ''سنت'' وحی کے بغیر ممکن نہیں ہے اور ''بدعت'' دین میں انسانی عقل کی مداخلت کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

''تصوف'' بدعت نہیں ہے جیسے عمرانیات اور نفسیات وغیرہ ''بدعت'' نہیں ہیں۔ علم وعمل میں انسان کی مخلصانہ کوشش یقیناً بارآور ہوتی ہے، نصب العین کے حصول کی اخلاص پر مبنی جدوجہد بسا اوقات محض اس بنا پر کامیاب ہوتی ہے کہ وہ اخلاص کے ساتھ کی گئی ہے۔ تصوف بھی اخلاص پر مبنی جدوجہد ہے جس کا نصب العین ذات خداوندی سے بلاواسطہ تعلق پیدا کرنا ہے۔ انسانی اقدار کے تناظر میں یہ نصب العین اور اس کے حصول کی جدوجہد کسی بھی لحاظ سے منکرات میں شامل ہے اور نہ کی جا سکتی ہے۔ عمرانیات یا نفسیات وغیرہ اور ان پر مبنی ٹیکنالوجی یا لائحہ عمل ''دین'' سے متصادم ہیں اور نہ دین میں شامل ہیں۔ انسانی جدوجہد دین سے اس وقت متصادم ہوتی ہے جب وہ ''دین'' کا حصہ یا دین کی مصدق ومہیمن بننے کی دعویدار ہو۔ ''دین'' کو انسانی جدوجہد کا محتاج خیال کرنا ''بدعت'' ہے۔ تصوف جب ''دین'' کی احتیاج یا

ضرورت فرض کیا جانے لگے تو یہ ''بدعت'' ہے۔ ''دین'' منزل من اللہ ہے اور عقل کی اعانت کا محتاج نہیں ہے۔ ''دین'' کو اپنے نصب العین اور اس کے حصول کے لائحہ عمل کے لیے کسی خارجی اعانت کی ضرورت نہیں ہے۔ متصوفین نے جن اعمال و افعال یا اوراد و وظائف کو اپنے مدعا کے حصول کے لیے لازم کیا ہے وہ ''دین'' کبھی نہیں ہو سکتے اور نہ دین کو ان اعمال و افعال اور اوراد و وظائف کی احتیاج ہے۔ تصوف دین کا مصدق ہے اور نہ مہیمن ہے، اسے ''دین'' کا مصدق اور مہیمن سمجھنا ''بدعت'' ہے۔ ''دین'' اس سے بہت بلند ہے کہ اپنے حق اور حقیقت ہونے کی سند عقل سے حاصل کرے۔ ''تصوف'' عقل محض ہے اور ''دین'' وحی محض ہے، دونوں میں ادنیٰ ترین درجے کا اشتراک بھی نہیں ہے۔

علم اللہ اور انسانی علم میں فرق مراتب کا تفاوت ہی نہیں دونوں نفس الامر میں ایک دوسرے سے ممتاز ہیں۔ مراتب کا تفاوت اپنی اصل ناظر کے شعور میں رکھتا ہے، نفس الامر کا امتیاز ناظر کے شعور کا موضوع بننے سے قبل اور بعد، ممتاز و منفرد ہوتا ہے۔ انسانی علم داستان نہیں ہے کہ نسل بہ نسل منقول ہوتا جائے، علم اور داستاں میں زمین و آسمان کا تفاوت پایا جاتا ہے۔ جب انسانی علم ''داستان'' کی طرح نسل بہ نسل منتقل ہونا شروع ہو جائے تو ''علم اللہ'' اور انسانی علم کے فرق کا شعور خوابیدگی کے اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں اس کا عدم اور وجود یکساں ہو جاتا ہے۔ ''علم اللہ'' کا شعوری ادراک واحد ذریعہ ہے جو اسے ''داستان'' کے نسل بہ نسل انتقال سے ممتاز کرتا ہے۔ ''علم اللہ'' یا ''علم بالوحی'' ہی دین ہے اور انسانی علم ''دین'' نہیں ہے، دین کو معقول اور انسانی علم کو منقول نہیں بنایا جا سکتا۔ جب ''علم اللہ'' معقول ہوئے بغیر معتبر نہ ہو سکے اور انسانی علم منقول ہوئے بغیر مستند نہ ہو پائے تو سمجھ لیجیے کہ ''سنت'' اور ''بدعت'' میں فرق و امتیاز کا شعور کاملاً محو ہو گیا ہے۔ ''سنت'' علم اللہ ہے، علم بالوحی ہے اور ''بدعت'' انسانی فکر و عمل ہے، انسانی استعداد کا زائیدہ وہ فکر و عمل ہے جو علم بالوحی کا بدل یا مثل بن گیا ہے۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

مصنف کے دیگر مقالات

سلسلہ فصل المقال

۱۔ وحی متلو و غیر متلو اور انسان کا ادراکِ ذاتی

۲۔ سنت اور بدعت

۳۔ مختارات الٰہیہ کے انسانی متبادلات

۴۔ دین اور تصوف

۵۔ نکاح، طلاق اور حلالہ

۶۔ بیع و رِبا یا نفع اور سود

تصانیف

1۔ منہاج الفرقان، بین علم اللہ و علم الانسان

2۔ علم تفسیر: تنقید و تنقیح